مصنف : مولانا قاضی محمد اسلم سیف صاحب

علامہ احسان الٰہی ظہیر

ایک عہد - ایک تحریک

اس کتاب کے تفصیلی مطالعہ کے بعد ذہن میں علامہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی ذات کے متعلق سب سے پہلا تصور یہ قائم ہوتا ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی عنائت و مہربانی سے مختصر وقت میں جو عالمی عروج ملا تھا اس کے پس منظر میں جد و جہد کا ایک طویل سلسلہ تھا - عربی کی مثال ہے " من لم یرکب الھوائل لم ینل الرغائب " کٹھنائیوں کو سہے بغیر عزت و عروج کا حصول نا ممکن ہے - ایک اور مثال ہے " من طلب العلی سھر اللیالی " بلندیوں کو پانے کے لئے راتوں کی نیند حرام کرنا بنیادی شرط ہے - قرآن کریم بھی ہمیں یہی تصور دیتا ہے - ارشاد باری تعالیٰ ہے " لیس للانسان الا ماسعیٰ وان سعیہ سوف یریٰ " انسان کو اتنا ہی ثمر ملتا ہے جس قدر وہ محنت کرتا ہے اور یہ کہ ہر انسان محنت کا پھل اپنی نگاہوں سے دیکھ لیتا ہے -

علامہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی صعوبتوں اور آزمائشوں سے بھری ہوئی تھی انہوں نے جو راستہ منتخب کیا تھا اسے اختیار کرنے کے لئے انتہائی مضبوط دل گردے کی ضرورت ہے اس راستے میں پتھر ہی پتھر نظر آتے ہیں کسی کہکشاں کا وجود نہیں وہ راستہ وہ وادی پھولوں کا بستر نہیں بلکہ انتہائی تیغ پر خار اور انگاروں کی سیج ہے -

انہی پتھروں پہ چل کر اگر آ سکو تو آؤ
میرے گھر کے راستے میں کوئی کہکشاں نہیں ہے

یہ کتاب ہمیں بتاتی ہے کہ محنت و کاوش کے بغیر نتائج ظاہر ہونے کی امید لگانا وہم و سراب ہے - انسان جس نصب العین اور منزل کے حصول کی خواہش رکھتا ہے اس کا حصول قربانی دیئے بغیر ممکن نہیں - علامہ صاحب کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو مقام عطا

کیا گیا تھا اس کے پیچھے آزمائشوں کا وسیع سمندر ہے جسے عبور کئے بغیر اس مقام تک نہیں پہنچا جا سکتا بہت کم ایسی شخصیات ہوتی ہیں جن کی موت پر دنیا بھر کے کروڑوں انسان آنسو بہائیں بلکہ اپنے ہوش و حواس گم کر بیٹھیں بلا شبہ علامہ صاحب کا شمار انہی نابغہ روزگار اور یکتائے دہر شخصیات میں ہوتا ہے تو کیا یہ عروج و بلندی راحت و آرام کی زندگی بسر کرنے پر ملا یا سکون و راحت کی قربانی دینے کے بعد؟ محترم جناب مولانا قاضی محمد اسلم سیف صاحب کی اس کتاب سے اس سوال کا شافی جواب مل جاتا ہے۔

یہ کتاب ہمیں بتاتی ہے کہ عین اس وقت جب علامہ صاحب کے بہت سے ہم عصر جاگیروں کے حصول کے لئے تگ و دو کرتے رہے اور حکمرانوں کی ہاں میں ہاں ملا کر صلوں سے نوازے جا رہے تھے علامہ صاحب نے حکمرانوں کو للکارنے و یلغارنے کا انتہائی کٹھن فرض سر انجام دیا۔ آپ کی للکار نے بڑے بڑے سورماؤں اور آمروں کا پتہ پانی کر دیا اور انہیں یہ سوچنے پہ مجبور کیا کہ آخر یہ کون شخص ہے جو بر سر منبر اور کھلے میدان میں للکارنے کے لئے بلا خوف و خطر ان کے سامنے آگیا ہے حکمرانوں کو یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ کوئی شخص تن تنہا ان کی قوت اور ان کے اقتدار و اختیار کے مد مقابل آ سکتا ہے۔ وہ تو مطمئن تھے کہ سب خانزادے اور جاگیردار و سرمایہ دار ان کے دامن میں ہیں اور ان کی کاسہ لیسی میں مصروف ہیں۔ علامہ صاحب آگے بڑھے اور قافلہ حق کے حدی خوان ہی نہیں سالار بن کر سامنے آئے اور احمد بن حنبل ابن تیمیہ اور شاہ اسماعیل شہید کی مثلث کو مربع کی شکل دی اور مسلک اہل حدیث کے داعی ہونے کا حق ادا کیا۔

مصنف نے اپنی اس کتاب میں ان تمام کڑیوں کو یکجا کر دیا ہے جو آپ کی زندگی کے مختلف ادوار میں بکھری ہوئی ہیں وہ کڑیاں مل کر ایک ایسی زنجیر ترتیب دیتی ہیں جس سے طاغوت و آمریت کی بڑی بڑی طاقت کو جکڑا جا سکتا ہے۔ مگر اس ایک ایک کڑی کی قیمت بہت بھاری اور گراں ہے جسے ادا کرنا ہر کسی کے بس کا روگ نہیں۔

مصنف بتاتے ہیں کہ علامہ صاحب مدنیہ یونیورسٹی سے کسب فیض کر کے پاکستان تشریف لائے تو ایوب خان کی آمریت اپنے عروج پر تھی اور مولانا داؤد غزنوی اور مولانا اسماعیل سلفی کو کسی ایسی شخصیت کی تلاش تھی جو باصلاحیت ہونے کے ساتھ ساتھ شجاعت و استقامت کا بھی پیکر ہو ۔ ہمارے اسلاف مدتوں سے جو خواب دیکھ رہے تھے علامہ صاحب کی کم عمر شخصیت میں انہیں اس خواب کی تعبیر نظر آئی اور انہوں نے آپ کے لئے دیدہ و دل فرش راہ کر دئے اس سے جہاں علامہ صاحب کی عظمت کا پتہ چلتا ہے وہاں ہمارے اسلاف کی وسعت ظرفی اور ان کی عظمت کا بھی ثبوت ملتا ہے ۔

ہم دیکھتے ہیں کہ بہت جلد علامہ صاحب جماعت کے اسلاف کی امیدوں کا محور بن گئے اور نو عمری میں ہی آسمان مسلک کا ایک درخشندہ ستارہ بن کر چمکنے لگے ۔ آپ نے ایوب خان اور پھر یحیی خان کے دور میں حقیقی معنوں میں اہل حدیث سپوت بن کر دکھایا ۔ مصنف لکھتے ہیں کہ ایک دور ایسا بھی آیا جب جماعت میں سے ہی کچھ حاسدین پیدا ہو گئے اور انہوں نے آپ کے راستے میں روڑے اٹکانا شروع کر دئے جس سے آپ کی سرعت رفتار میں تو فرق ضرور پڑا مگر یہ سازشیں علامہ صاحب کو ان کے عزائم سے باز نہ رکھ سکیں ۔ مصنف نے اس ساری رو داد میں نہ افراط سے کام لیا ہے نہ تفریط سے ۔ اور نہ اس میں حذف و اسقاط ہے اور نہ ہی غلو و مبالغہ ۔ یہ تمام حقائق اگرچہ تلخ تھے مگر مصنف کے انداز بیاں میں تاسف تو نظر آتا ہے تلخی نہیں ۔ اور اگر یہ حقائق جماعتی تاریخ کا حصہ نہ ہوتے تو شائد وہ ان سے اغماض بھی کر جاتے ۔ مگر ان تلخ واقعات و شواہد کو ذکر کئے بغیر علامہ صاحب کی جماعتی زندگی کا پہلو تشنہ رہ جاتا اور ان کا عدم ذکر تاریخ کو جھٹلانے کے مترادف ہوتا لہذا بامر اضطراری ان حقائق و شواہد کو کتاب کا حصہ بنانا پڑا بصورت دیگر آپ کی ذات کے متعلق چند غلط فہمیوں کے باقی رہنے کا تھا ۔

مصنف چونکہ خود بھی علامہ صاحب کے شریک سفر رہے ہیں اور ماشاء اللہ سیاسی ادراک و شعور سے بھی بہرہ ور ہیں لہذا انہوں نے اپنی کتاب میں بہت بہتر طریقے سے

علامہ صاحب کے افکار و مواقف پر روشنی ڈالی ہے اس کتاب کو پڑھنے کے بعد جہاں علامہ صاحب کی شخصیت نکھر کر سامنے آتی ہے وہاں قاری کی ذہنی تربیت بھی ہوتی ہے ۔ تنظیمی کارکنوں کے لئے اس کتاب کا بالا ستیعاب مطالعہ بہت ضروری ہے ۔ مصنف نے بڑے تاریخی تسلسل کے ساتھ علامہ صاحب کی شخصیت کے اہم گوشوں سے نقاب اٹھایا ہے اور اس اسلوب کے ساتھ کہ قاری کے دل میں علامہ صاحب کے اوصاف کو اپنانے کا جذبہ موجزن ہو جاتا ہے اور کچھ کر گزرنے کو جی چاہتا ہے ۔

مصنف نے بھٹو دور کی سیاہ کاریاں اور علامہ صاحب کا روشن کردار بھی بڑے خوب صورت پیرایوں میں بیان کیا ہے ۔ بھٹو دور کے مظالم کا مقابلہ آپ نے جس انداز سے کیا اس سے آپ کا شمار صف اول کے عظیم راہنماؤں میں ہونے لگا ۔ ملک کی تمام باکردار سیاسی شخصیتوں نے آپ کو خراج تحسین پیش کیا ۔ عین اس وقت کہ جب جماعت کے نا عاقبت اندیش قائدین کی طرف سے آپ کی حوصلہ شکنی کے سامان کئے جا رہے تھے سیاسی راہنماؤں کی طرف سے آپ کی ہمت افزائی قابل تقلید مثال ہے ۔ ان راہنماؤں میں شورش کاشمیری مرحوم نواب زادہ نصر اللہ خان اور اصغرخان سرفہرست ہیں ۔ آپ کی جد و جہد اتنی بھرپور اور نمایاں تھی کہ مولانا شاہ احمد نورانی اور پروفیسر غفور احمد جیسے متعصبین بھی کھلے بندوں آپ عظمت و استقامت کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے ۔

مصنف نے ضیاء الحق کی بدترین سیہ کاریوں اور منافقتوں کے خلاف علامہ صاحب کی نمایاں جدوجہد کا بھی بڑے احسن اسلوب کے ساتھ ذکر کیا ہے علماء کی اکثریت جنرل ضیاء الحق کے دام فریب میں آکر اس کی توصیف و تحسین میں رطب اللسان اور اپنے خوشامدانہ کارناموں کے صلے وصول کر رہی تھی ۔ مصنف بتاتے ہیں کہ یہ علامہ صاحب کی سیاسی بصیرت و فراست کی دلیل تھی کہ وہ ضیاء الحق کے منافقانہ کردار کو بہت جلد سمجھ گئے اور اس کی آمریت کے خلاف سینہ سپر ہوگئے ضیاء الحق کے دام فریب سے نکلنا اور اس کی بدترین آمریت کو للکارنا علامہ صاحب کی شخصیت کا تابناک ترین پہلو

ہے جس سے نہ صرف علامہ صاحب کا سیاسی و صحافتی حلقوں میں مقام بنا بلکہ مسلک اہل حدیث کی عظمت بھی اجاگر ہوئی اور اہل حدیث تاریخ کا تسلسل بھی برقرار رہا ورنہ تاریخ اہل حدیث کو داغدار کرنے کی بعض حلقوں کی طرف سے کوئی کسر نہ اٹھا رکھی گئی تھی۔

الغرض مولانا قاضی محمد اسلم سیف صاحب کی یہ کتاب ایک جامع کتاب ہے جس کا مطالعہ انقلابی ذہن رکھنے والے کارکنوں کے لئے نہایت ضروری ہے۔ اللہ تعالٰی مصنف کو اجر و جزاء عطا فرمائے۔ آمین۔

بقیہ نظم

کیسی کیسی معصیت ہوتی ہے نام عید پر
ہم نے جانا ہی نہیں مفہوم اس تہوار کا
یہ تو دن پیغامبر ہے نیکی کروا کا
عید کا مقصود رائج خود نمائی تو نہیں
زہد و تقوی کا بدل نغمہ سرائی تو نہیں

اطلاعات و اعلانات

1 جن حضرات کو منی آرڈر فارم ارسال کئے گئے ہیں براہ کرم وہ مبلغ 60 روپے فوراً ارسال کر دیں بصورت دیگر انہیں وی پی کر دیا جائے گا۔

2 پروفیسر ڈاکٹر قاضی محمد عبداللہ صاحب کا مضمون " اسلام میں سزائے قید کا تصور " ان شاء اللہ آئندہ شمارے میں شائع کیا جائے گا۔